Al-Abṣār (Research Journal of Fiqh & Islamic Studies)
ISSN: 2958-9150 (Print) 2958-9169 (Online)
Published by: Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
Volume 03, Issue 01, January-June 2024, PP: 229-237
DOI: https://doi.org/10.52461/al-abr.v2i2.2427
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/al-absar/about

تلفیق کی مشروعیت اور اجتہاد کا تسلسل۔ ایک تحقیقی جائزہ

The Permissibility of Talfiq and the Continuation of Ijtihad- A Research Analysis

Professor Dr. Hafiz Abdul Basit Khan
Sheikh Zayed Islamic Centre, University of the Punjab, Lahore.
basit.szic@pu.edu.pk

Crossref
doi
ASIAN Research Index
Academic Resource Index ResearchBib
EuroPub
Google Scholar
INTERNET ARCHIVE
DRJI

Abstract
Talfiq, the practice of combining legal rulings from different Islamic schools of thought, offers flexibility in addressing contemporary issues within Islamic law. This approach allows scholars to adapt to modern challenges—such as finance, bioethics, and governance—by selecting rulings from various traditions that best fit the situation. However, while Talfiq provides practical solutions, critics argue that it risks undermining the consistency and coherence of traditional jurisprudence, potentially leading to legal contradictions or "fatwa shopping."
On the other hand, Ijtihad, the process of independent legal reasoning, is fundamental for the continued evolution of Islamic law in a changing world. Ijtihad enables scholars to interpret foundational Islamic texts—the Qur'an and Sunnah—in ways that respond to new social, ethical, and technological realities. It plays a crucial role in ensuring that Islamic law remains relevant and adaptable without straying from its core principles.
In modern legal discourse, Ijtihad often involves Talfiq, as scholars combine rulings from various schools to find balanced solutions for unprecedented challenges. The interplay between these two concepts is essential for addressing the complexities of contemporary life, ensuring that Islamic jurisprudence evolves in line with new realities while maintaining its foundational integrity. Together, Talfiq and Ijtihad serve as vital mechanisms for guiding Islamic law in the modern era.

Keywords
Talfiq; Ijtihad; Shariah; Contemporary Issues.

All Rights Reserved © 2022 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

1 لغوی تعریف

لغت میں تلفیق کپڑے کے ایک ٹکڑے کو دوسرے کے ساتھ سی دینے کو کہتے ہیں۔

"لفقت الثوب لفقته لفقا وهو ان تضم شقه الى اخرى فتخيطهما . [1]

یعنی عرب لفقت الثوب اس وقت بولتے ہیں جب کوئی کپڑے کے ایک ٹکڑے کو دوسرے کے ساتھ سی دے۔اسی لیے سینے سے پہلے محض کپڑوں کے ملانے کو تلفیق نہیں کہتے۔

2 اصطلاحی تعریف

اصطلاح شریعت میں تلفیق کی تعریف یہ کی گئی ہے۔

"القيام بعمل يجمع فيه بين عدة مذاهب حتى لا يمكن اعتبار هذا العمل صحيحا فى اى مذهب من المذاهب" [2]

یعنی کسی عمل کے قیام میں اس طرح مختلف فقہی مسالک کو جمع کر دینا کہ وہ عمل کسی بھی فقہی مسلک میں صحیح شمار نہ ہو۔

وہبہ الزحیلی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هو الاتيان بكيفية لا يقول بها المجتهد، ومعناه ان يترتب على العمل بتقليد المذاهب، والأخذ في قضية واحدة ذات اركان او جزئيات بقولين او اكثر الوصول الى حقيقة مركبة لا يقرها احد.[3]

عمل کے دوران ایسی کیفیت ہو جسے کوئی بھی مجتہد صحیح نہ سمجھتا ہو۔یعنی کسی عمل میں مختلف مسالک کی تقلید کرنا۔یعنی اگر ایک ہی معاملہ ہو جس کی مختلف جزئیات یا ارکان ہوں، عامل اس معاملہ میں فقہاء کے دو یا زیادہ اقوال کو اس طرح جمع کرے کہ وہ مرکب عمل کسی فقیہ کے نزدیک بھی جائز نہ ہو۔

اگر دو علیحدہ مسئلوں میں مختلف فقہاء کی رائے پر عمل کیا جائے گو وہ دونوں ایک دوسرے سے منسلک اور وابستہ ہوں اس کا شمار تلفیق میں نہ ہو گا۔[4]

3 تلفیق کے مانعین:

ایک گروہ کا موقف یہ ہے کہ اگر ایک ہی مسئلہ میں تلفیق ہو تو وہ ناجائز ہے۔اگر دو مسئلوں میں ہو گو وہ دونوں ایک

دوسرے کے ساتھ منسلک ہوں پھر ان میں تلفیق جائز ہے۔ یہ مسلک مولانا اشرف علی تھانوی کا ہے۔[5]

دوسرا موقف یہ ہے کہ تلفیق اگر دو مسئلوں میں ہو اور وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہوں پھر بھی تلفیق ممنوع ہے۔ ہاں اگر ان کا بالکل تعلق نہ ہو پھر جائز ہے۔ یہ مسلک مولانا حبیب احمد کیرانوی کا ہے۔[6]

4 مجوزین کا موقف:

مجوزین کا موقف یہ ہے کہ تلفیق اگرچہ ایک ہی عمل میں ہو پھر بھی جائز ہے مگر چند قیود کے ساتھ۔[7] یہ قیود آگے ان حضرات کے دلائل میں پیش کی جا رہی ہیں۔

5 مانعین کے دلائل:

مانعین کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ تلفیق کے باعث خرق اجماع کی نوبت آتی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اصول فقہ کی کتب میں یہ بحث اجماع کے ذیل میں ملتی ہے کہ جب کسی دور کے فقہاء و مجتہدین کا دو اقوال پر اس طرح اجماع ہو جائے کہ وہاں کوئی تیسرا قول ان میں سے کسی کا نہ ہو تو بعد والے مجتہدین کے لیے ان دو اقوال کے مقابلے میں تیسرا قول اپنانا جائز نہیں رہتا۔ تلفیق میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ دو اقوال کے مقابلے میں ایک تیسرا قول سامنے آتا ہے۔ مثلاً ایک شخص جسے قے ہو گئی ہو اور اس نے عورت کو چھو لیا ہو تو احناف اور شوافع کا اتفاق ہے کہ اس کا وضوء ٹوٹ گیا۔ اب اگر کوئی شخص قے کے مسئلے میں شوافع کے قول اور عورت کو چھونے کے مسئلے میں احناف کے قول کو اختیار کرے تو اس کے نزدیک اس کا وضوء درست ہے حالانکہ یہاں اس کا وضوء ٹوٹنے پر دونوں فقہاء کا اتفاق ہے۔ اسے اجماع مرکب کہتے ہیں ہے۔[8]

۲۔ ایسا حکم جو تلفیق کے نتیجے میں وجود میں آتا ہے بالاجماع حرام ہے۔

"وان الحکم الملفق باطل بالاجماع "[9]

6 مجوزین کے دلائل:

مجوزین کے دلائل دو طرح کے ہیں: اول وہ دلائل جو ان کے مدعا کو ثابت کرتے ہیں۔ دوم وہ دلائل جو انہوں نے مانعین کے دلائل کے جواب کے ذیل میں بیان کیے ہیں۔ پہلے قسم اول کے دلائل بیان کیے جاتے ہیں۔

ا۔ اصولیین کا معتد بہ گروہ تلفیق کے جواز کا قائل ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی رائے میں علامہ ابن ہمام جواز کے قائل ہیں۔ اس لئے کہ ابن ہمام نے تلفیق کی ممانعت نقل کرنے کے بعد نہ اپنی رائے کا اظہار کیا ہے اور نہ اپنے مزاج کے مطابق اس پر دلائل قائم کیے ہیں۔[10]

" وقیده متاخر بان لا یترتب علیه ما یمنعانه فمن قلد الشافعي في عدم الدلك وما لكا في عدم نقض اللمس بلا شهوة وصلي، ان كان الوضوء بذالك صحت والا بطلت عندهما "[11]

تحریر کے شارح امیر بادشاہ[12] اور شاہ ولی اللہ کی بھی یہی رائے ہے۔[13]

2۔ تلفیق دور تقلید کی بحث ہے۔ اس لیے سلف کے ہاں اس بحث کا سراغ نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ دور نبوی ﷺ، دور صحابہ، دور تابعین اور دور ائمہ اربعہ میں کسی نے بھی مذہب غیر پر عمل کی ممانعت نہیں کی۔ جو شخص مسئلہ دریافت کرنا چاہتا تھا اس پر یہ پابندی نہ تھی کہ ایک متعین مجتہد سے مسائل دریافت کرے بلکہ وہ جس سے چاہتا تھا مسئلہ پوچھ لیتا تھا۔ اس لیے بسا اوقات تلفیق کی نوبت بھی آتی ہو گی۔[14]

3۔ مانعین تلفیق کی یہ دلیل کہ احداث قول ثالث (تیسرے قول کو ایجاد کر لینا) ممنوع ہے، یہ دلیل اس بنیاد پر ہے کہ اجماع مرکب جائز ہے۔ حالانکہ اجماع مرکب صرف احناف کے نزدیک جائز ہے اور وہ بھی اسے اجماع کی دوسری اقسام کے درجے میں نہیں رکھتے۔[15]

دوسری بات یہ ہے کہ خرق اجماع سے مراد یہ ہے کہ کسی ایک ہی مسئلہ میں جس میں دو رائیں ہوں، کوئی تیسری رائے اختراع کی جائے۔ یہاں دو الگ الگ مسئلے ہیں۔ ایک قے کی وجہ سے نقض وضوء اور دوسرا عورت کو چھونے کی وجہ سے نقض وضوء یا ایک اعضاء کو نہ ملنے کی وجہ نقض وضوء کا اور دوسرا عورت کو چھونے کی وجہ سے نقض وضوء کا۔[16]

مزید یہ کہ خرق اجماع نام ہے کسی متفق علیہ مسئلے کی خلاف ورزی کا، یہاں پہلے ہی مذکورہ دو مسئلے مختلف فیہ ہیں تو پھر خرق اجماع کیسا؟[17]

4۔ مانعین کا یہ دعویٰ کہ تلفیق بالاجماع باطل ہے، غلط ہے۔ اس لیے کہ کم از کم طحاوی نے اجماع کے دعویٰ کو غلط قرار دیکر امام مالک کے ہاں تلفیق کے جواز کو ثابت کیا ہے۔[18]

ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے علامہ شامی کی تنقیح حامدیہ سے نقل کیا ہے کہ شیخ طرطوسی اور ابوالسعود اسے جائز قرار دیتے تھے۔ ابن عرفہ مالکی، علامہ عدوی، علامہ بیجوری اور علامہ شفشاونی بھی تلفیق کے جواز کے قائل تھے۔[19]

7 مانعین کی توضیحات

مانعین نے لکھا ہے کہ دور سلف کے عوام کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ وہ تلفیق کرتے تھے، غلط ہے۔ اس لیے کہ وہ لوگ اپنے مقامی علماء سے مسائل پوچھتے تھے اور مقامی علماء اکثر احکام میں متفق تھے۔ مثلاً حجازی علماء کا ایک مسلک تھا۔ کوئی علماء کا ایک مسلک تھا۔ مقامی علماء میں باہم اختلاف بہت کم ہوتا تھا۔[20]

8 مجوزین کے ہاں قیودات

مجوزین کا کہنا ہے کہ تلفیق کے جواز پر دلائل قائم کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کی تمام اقسام کو جائز قرار دے دیا جائے بلکہ اس کی بعض اقسام بہر حال ناجائز رہیں گی۔ وہ اقسام مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ ایسی تلفیق جو محرمات کو حلال کرنے والی ہو جیسے زنا اور شراب کو حلال کرنے والی تلفیق جائز نہ ہو گی۔

۲۔ جان بوجھ کر رخصتیں تلاش کرنا اور دین کو نعوذ باللہ مذاق بنالینا۔ ایسی تلفیق بھی حرام ہے۔

3۔ ایسی تلفیق جو حاکم کے حکم کو ختم کر دے، یہ تلفیق بھی حرام ہے۔

4۔ ایسی تلفیق جو ازراہ تقلید کیے ہوئے عمل سے رجوع کی راہ دکھاتی ہو یا وہ ایک اجماعی امر سے رجوع کا راستہ دکھاتی ہو مثلاً ایک شخص نے امام ابو حنیفہ کی تقلید میں بغیر عورت کے ولی کے نکاح کر لیا۔ سو اب اس نکاح کی صحت تقاضا کرتی ہے کہ اس کے بعد دی جانے والی طلاق صحیح ہو۔ اس لیے کہ نکاح کی صحت کا یہ اجماعی لازمی نتیجہ ہے۔ اب وہ تین طلاقیں دے دیتا ہے۔ پھر اس کا یہ ارادہ ہوتا ہے کہ فقہ شافعی کے مطابق تو نکاح ہی نہیں ہوا تھا۔ لہذا یہ تین طلاقیں بھی نہیں ہوئیں تو اس کا یہ ارادہ صحیح نہیں۔ اس لیے کہ ایک لازمی اجماعی امر سے رجوع جائز نہیں۔

5۔ اسی طرح شریعت کے منہیات میں بھی تلفیق کا راستہ اختیار کر کے ان منہیات کو اختیار کرنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ شارع نے ہر ممنوعہ چیز کو اس کی مضرت کے باعث ہی حرام کیا ہے ہاں اگر شرعی ضرورت ہو تو پھر جائز ہے۔ البتہ عبادات بدنیہ میں تلفیق جائز ہے جبکہ حاجت کا تحقق ہو۔

لیکن عبادات مالیہ میں تلفیق کے ذریعے سے کم مالیت والی شکلوں کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ اس طرح فقراء کے حقوق ضائع ہونگے۔

مناکحات و مخاصمات ِنکاح میں یہ دیکھنا چاہیے کہ رشتہ ازدواج کے مصالح کیا تقاضا کرتے ہیں۔ اگر تلفیق کے ذریعے ان مصالح کو حاصل کیا جاسکے تو پھر حرج نہیں۔ اسی طرح لوگوں کے باہمی معاملات میں یہی پیش نظر رہنا چاہیے کہ مقاصد شریعت تلفیق کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں یا نہیں۔ اگر حاصل ہوتے ہیں تو تلفیق میں مضائقہ نہیں۔[21]

9 معاصر اجتہاد میں تلفیق کا وجود اور اہمیت

معاصر اجتہاد ہی کی ایک شاخ "فتوی بمذهب الغير" ہے۔ علماء نے نہ صرف فتویٰ بمذہب الغیر کی اجازت دی ہے بلکہ عملاً اسے مواقع ضرورت میں اختیار بھی کیا ہے۔ مسافر کے لیے جمع بین الصلوٰتین کی اجازت حنفی فقہاء نے اس اصول کی روشنی میں دی ہے۔ ماضی قریب میں مولانا اشرف علی تھانوی نے مفقود الخبر کی بیوی کے لیے چار سال انتظار کے بعد نکاح کی اجازت مالکی مسلک کے مطابق دی۔

آج معاشرت، معیشت، طب اور فقہ الاقلیات (غیر مسلم ممالک کے مسلمانوں کے مسائل) کے میدان میں اہل یورپ کی تعمیر کی ہوئی دنیا کے اپنے تقاضے ہیں۔ مسلمان ایک مغلوب اقوام کے طور پر ان کے لائے ہوئے نظام کو اپنانے پر مجبور نظر آتے ہیں۔ جب معاصر علماء اس دنیا کے نئے تقاضوں کو مطابق اسلام بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو انہیں مخصوص فقہی مسالک ان تقاضوں سے عہدہ برآء ہوتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ ایک مخصوص فقہی مسلک کی پابندی کرتے ہوئے انہیں بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ ان کے سامنے اس مشکل کا یہی حل ہے کہ تلفیق کا راستہ اختیار کیا جائے اس راستہ کو اختیار کر کے مسالک اربعہ کے دائرہ میں رہتے ہوئے کوئی نہ کوئی حل نکل آتا ہے۔ مثلاً اسلامی بینکوں کو یہ مشکل درپیش ہے کہ عقد مرابحہ کے ذریعے مکان، گھریا دیگر اشیائے صرف خریدنے والے وقت مقررہ پر قسط ادا نہیں کرتے۔ آج کل کی حکومتیں بینکوں کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتیں ورنہ قانون سازی کے ذریعے اس مشکل کا حل نکالا جاسکتا تھا مثلاً یہ کہ ایسے شخص کو قید کر دیا جاتا۔ اب ان بینکوں کے پاس اس مشکل کا ظاہری حل یہ ہے کہ عمیل پر وقتِ مقررہ پر قسط ادا نہ کرنے کی صورت میں جرمانہ عائد کر دیا جائے۔ لیکن یہ جرمانہ سود کے مشابہ ہے۔ معاصر فقہاء نے سود سے مشابہت کی مشکل کا یہ حل تلاش کیا ہے کہ عمیل بوقت معاہدہ خود اس شرط کو رضا کارانہ طور پر تسلیم کرلے کہ وہ بروقت ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں ایک مخصوص رقم خیراتی فنڈ میں جمع کروائے گا۔ کسی شخص کا

اپنے اوپر کسی چیز کو لازم کر لینا التزام کہلاتا ہے۔ یہ التزام صرف بعض مالکی فقہاء کے ہاں جائز ہے، چونکہ اسلامی بینکاری مختلف فقہی مسالک کے مجموعہ سے وجود میں آئی ہے لہذا اب یہاں تلفیق پائی گئی ہے۔ اس ایک مثال سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ معاصر اجتہاد میں تلفیق کی کیا اہمیت ہے۔ اس لئے معاصر فقہاء تلفیق کو ایک ضرورت سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔

اجتہاد کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ

اجتہاد کے متعلق ایک غلط فہمی عموماً یہ پائی جاتی ہے کہ اجتہاد کے قیامت تک جاری رہنے کا مطلب گویا یہ ہے کہ ائمہ اربعہ اجتہاد کے جس مرتبہ پر فائز تھے، آج بھی اس مرتبہ کے مجتہدین کا پایا جانا ممکن ہی نہیں بلکہ لابدی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پہلی پانچ صدیوں میں امت میں جس نوعیت کا اجتہاد عموماً جاری و ساری تھا وہ اجتہاد مطلق تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے اس پنج صدی دور میں اجتہاد مطلق امت مسلمہ کی ایک ضرورت تھی۔ قرآن و سنت کی نصوص محدود ہیں اور وقائع و حوادث لامحدود ہیں۔ لہذا فقہ اسلامی میں آفاقیت اور ابدیت کی صلاحیت پیدا کرنے کیلئے اصول و قواعد کی ایک ایسی مضبوط بنیاد قائم کرنا ضروری تھا جس پر بعد ازاں ہر دور کے مسائل کے حل کا بوجھ ڈالا جا سکے اور جس پر فقہ اسلامی کی عمارت قائم کی جا سکے۔ لہذا القدیر نے امت کی اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے اس دور میں ایسے نوابغ روزگار اشخاص کو پیدا فرمایا جو جودت و ذکاوت، حفظ و صیانت، صلاحیت استنباط و استدلال اور ورع و تقوی میں عدیم المثال تھے۔

دوسری طرف یہ ایک بدیہی امر ہے کہ ہر علم و فن کی تاریخ میں ایک تأسیسی و تأصیلی دور ہوا کرتا ہے۔ جب اس دور میں علم و فن کے قواعد کی تأسیس و تأصیل کا کام مکمل ہو جاتا ہے تو پھر دوبارہ کسی ایسے دور کی ضرورت نہیں پڑتی الا یہ کہ اس میں کوئی نقص و کمی باقی رہ گئی ہو۔ اسلامی قانون کا یہ تاسیسی دور (پہلی صدی ہجری تا پانچویں صدی ہجری) اس لحاظ سے بے مثال ہے کہ اصول قانون کی تفسیر و تشریح کے جتنے ممکنہ طریقے ہو سکتے تھے وہ اس دور میں ان ائمہ مجتہدین نے بیان کر دیئے۔ مثلاً یہ کہ قرآن کے عام کو خبر واحد کے ذریعے خاص کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جتنے ممکنہ جواب ہو سکتے تھے وہ سب ان ائمہ کے ہاں دیئے جا چکے ہیں بلکہ اختیار بھی کیے جا چکے ہیں۔ لہذا اس دور میں امت کی یہ ضرورت پوری ہو چکی، اب اس ضرورت کو پورا کرنے والے ائمہ مجتہدین (مجتہدین مطلق) کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس دور کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند کیا نہیں گیا بلکہ ضرورت پورا ہو جانے کے باعث یہ دروازہ خود بخود بند ہو گیا ہے۔[22]

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ مجتہدین کے بعد اجتہاد ختم ہو گیا بلکہ اجتہاد مطلق کے علاوہ دیگر مراتب اجتہاد کے اہل لوگ ہر دور میں گزرتے رہے ہیں۔ اس دور میں جہاں مجتہدین مطلق گزرے ہیں وہاں انہی کے قابل شاگرد بھی گزرے ہیں جو مجتہدین منتسبین کے مقام پر فائز تھے۔ مجتہدین کے طبقات کے ذکر میں یہ بات گزر چکی ہے کہ ائمہ مجتہدین کے شاگرد صرف اسی لیے مجتہدین منتسبین کہلاتے ہیں کہ وہ اپنے استاد کے طریق استنباط کو اختیار کرتے تھے ورنہ ان سب میں اجتہاد مطلق کی صلاحیت موجود تھی۔ وہ اپنے امام کے اصولوں پر انتقادی نگاہ رکھتے تھے۔ اس لیے جہاں ان کا اجتہاد اپنے امام کے اجتہاد کے مخالف ہوتا وہ اپنے اجتہاد ہی کی پیروی کرتے تھے۔ یہ اختلاف اصول و فروع دونوں میں ہوتا تھا۔ آج اصول فقہ کی کتابوں میں بیسیوں ایسی مثالیں ملتی ہیں جہاں کسی امام کے شاگرد کا اصول اپنے امام سے مختلف ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن کمال پاشا کی یہ بات[23] درست معلوم نہیں ہوتی کہ مجتہد فی المذہب (مجتہد منتسب) وہ ہے جو اصول میں اپنے امام کی مخالفت نہ کرتا ہو اور فروع میں مخالفت کرتا ہو۔

نیز یہ کہ چونکہ امام شاطبی کی تصریح کے مطابق اجتہاد کی وہ قسم جو تحقیق المناط[24] کہلاتی ہے، وہ قیامت تک جاری رہے گی، اس کا مطلب یہ ہے کہ اجتہاد اپنی اس قسم کے ساتھ کسی دور میں بھی ختم نہیں ہو گا۔

حوالہ جات

1 ابن منظور افریقی محمد بن مکرم، لسان العرب، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۶ء، ۳۳۰

2 معجم لغۃ الفقھاء، ص ۱۴۲

3 زحیلی، وحبہ، ڈاکٹر، اصول الفقہ الاسلامی، ایران، دار احسان، 1997، 2/1142

4 اصول الفقہ الاسلامی ۲/۱۱۴۲؛ رحمانی خالد سیف اللہ، تقلید اور تلفیق، بحث و نظر، اپریل جون ۱۹۹۰ء، ص ۹۵

5 تھانوی، اشرف علی، مولانا، الحیلۃ الناجزہ (حاشیہ)، کراچی، دار الاشاعت، ۱۹۸۷ء، ص ۱۶-۱۵

6 ظفر احمد عثمانی، مولانا، اعلاء السنن، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۷، ۲۰/۲۴۸

7 مجوزین میں سے ڈاکٹر وہبہ الزحیلی اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی رائے میسر آئی ہے۔ اصول الفقہ الاسلامی ۲۰/۱۱۴۲؛ تقلید اور تلفیق، ص ۹۵

8 یہ مولانا حبیب احمد کیرانوی کی مفصل بحث کا حاصل ہے۔ اعلاء السنن، ۲۰/۲۳۸-۲۴۸

9 رد المختار ۱/۵۱

10 تقلید اور تلفیق، ص ۹۷، ۹۸

11 التحریر مع التیسیر ۲/ ۲۵۲بحوالہ تقلید اور تلفیق ص۹۷

12 التحریر مع التیسیر ۲/ ۲۵۲بحوالہ تقلید اور تلفیق ص۹۷

13 عقد الجید، ص ۲۵

14 اصول الفقہ الاسلامی ۲/ ۱۱۴۸

15 تقلید اور تلفیق، ص97

16 ایضاً، ص۹۶، ۹۷

17 ایضاً، ص97

18 طحطاوی، احمد بن محمد، حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح، مصر، مکتبۃ البابي الحلبی، ۱۳۱۸ھ، ص ۱۲

19 اصول الفقہ الاسلامی2/ 1147-1148

20 اعلاء السنن، ۲/ ۲۴۹

21 اصول الفقہ الاسلامی، 2/ ۱۱۵۱-۱۱۵۵

22 زاہد الراشدی، مولانا، دور جدید میں اجتہاد کی ضرورت اور دائرہ کار مشمولہ، عصر حاضر میں اجتہاد اور اس کی قابل عمل صورتیں، لاہور، شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب، ۲۰۰۴، ص۲۶-۲۸؛ محمود احمد غازی، ڈاکٹر، عصر حاضر میں اجماع اور اس کا طریق کار مشمولہ، عصر حاضر میں اجتہاد اور اس کی قابل عمل صورتیں، ص4

23 شرح عقود رسم المفتی، ص4

24 **تحقیق المناط** ایک فقہی اصطلاح ہے جو اس عمل کی وضاحت کرتی ہے جس میں کسی شرعی حکم کی علت (سبب) کو ایک خاص صورت یا واقعے پر لاگو کرنے کے لیے جانچا جاتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ آیا کوئی شرعی حکم جس کی بنیاد ایک مخصوص علت پر رکھی گئی ہے، کسی نئی یا مخصوص صورتحال پر بھی لاگو ہوتا ہے یا نہیں۔۔